
THE LAST
LIGHT ON

دہلیز 11

آخری جلتا چراغ

زندہ بچ جانے اور کھڑے رہنے میں گہرا فرق ہے۔

زندہ بچنا ایک جبلت ہے۔

کھڑے رہنا ایک انتخاب ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ دونوں ایک ہی بات ہیں۔

ایسا نہیں ہے۔

آدمی طوفان سے بچ سکتا ہے اور باقی ساری عمر اپنے ملبے پر پڑا رہ سکتا ہے۔

دوسرا وہی طوفان پار کر سکتا ہے، جو بچا ہے اسے سمیٹ سکتا ہے، اور چلتے رہنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

فرق زخم میں نہیں۔

فرق کھڑے ہونے کی حالت میں ہے۔

ایک لمبے عرصے تک میں سمجھتا رہا کہ زندگی نتائج کا معاملہ ہے۔

پھر آزمائشیں آئیں۔

اور مجھے معلوم ہوا کہ زندگی سب سے بڑھ کر برداشت کا معاملہ ہے۔

اخلاقی برداشت۔

جذباتی برداشت۔

انسانی برداشت۔

کچھ برس ایسے ہوتے ہیں جب سب کچھ ساتھ دیتا لگتا ہے۔

لوگ آتے ہیں۔

مواقع بڑھتے ہیں۔

منصوبے پھلتے ہیں۔

مستقبل کا چہرہ تک دوستانہ لگتا ہے۔

پھر دوسرے برس آتے ہیں۔

مختلف برس۔

وہ برس جو یہ نہیں پوچھتے کہ تم کیا چاہتے ہو۔

وہ برس جو پوچھتے ہیں کہ تم کیا سہہ سکتے ہو۔

یہ وہ برس ہیں جو تصویروں میں نہیں آتے۔

وہ برس جن کا کوئی جشن نہیں مناتا۔

وہ برس جن میں سب سے بڑا کام بس چلتے رہنا بن جاتا ہے۔

میں نے سیکھا کہ ہر شخص کے اندر ایک فرضی نقطۂ شکست ہوتا ہے۔

ایک حد جو وہ خود کو بتاتا ہے۔

"اگر یہ ہو گیا تو میں نہ سہہ پاؤں گا۔"

"اگر وہ چھن گیا تو سب ختم۔"

"اگر وہ آزمائش آ گئی تو میں گر جاؤں گا۔"

میں بھی یہی سمجھتا تھا۔

پھر زندگی، اپنی معمول کی ستم ظریفی کے ساتھ، جانچنے کا فیصلہ کرتی ہے۔

اور اکثر ہم پر ایک حیران کن بات کھلتی ہے۔

ہم اس سے زیادہ سہہ لینے والے ہیں جتنا ہم نے سوچا تھا۔

زیادہ طاقتور نہیں۔

زیادہ سہنے والے۔

طاقت ہیروؤں کی چیز ہے۔

سہنا عام لوگوں کی۔

ان کی جو صبح اٹھتے ہیں۔

ان کی جو کام کرتے رہتے ہیں۔

ان کی جو طبی معائنوں کا سامنا کرتے ہیں۔

بل۔

ذمہ داریاں۔

غیر حاضریاں۔

خوف۔

اور پھر بھی آگے بڑھنے کا راستہ نکال لیتے ہیں۔

یہی زندہ رہنے کے اصل ماہر ہیں۔

اپنی زندگی میں میں ایسے لوگوں سے ملا جن کے پاس ہار ماننے کی بہترین وجوہات تھیں۔

اُن کے پاس اُس سے کہیں زیادہ وجوہات تھیں جتنی میرے پاس کبھی تھیں۔

اور پھر بھی وہ چلتے رہے۔

اس لیے نہیں کہ وہ پُرامید تھے۔

اس لیے نہیں کہ وہ سادہ لوح تھے۔

اس لیے نہیں کہ وہ درد سے بے خبر تھے۔

وہ اس لیے چلتے رہے کہ کوئی ان پر ٹکا ہوا تھا۔

ایک بیٹی۔

ایک بیٹا۔

ایک ماں۔

ایک شوہر۔

ایک بیوی۔

ایک دوست۔

ایک برادری۔

فرض، کبھی کبھی، وہ طاقت پیدا کر دیتا ہے جو اکیلے کردار میں نہیں ہوتی۔

جب تم صرف اپنے لیے نہیں جیتے تو تم زیادہ سہنے والے بن جاتے ہو۔

زیادہ خوش نہیں۔

زیادہ ناقابلِ گزند نہیں۔

زیادہ سہنے والے۔

زندگی میں ایک مقام آتا ہے جہاں تم خود سے پوچھنا چھوڑ دیتے ہو:

"یہ میرے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟"

اور خود سے پوچھنے لگتے ہو:

"اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

جب یہ تبدیلی آتی ہے تو کچھ بدل جاتا ہے۔

تکلیف ختم نہیں ہوتی۔

مگر وہ مرکزی کردار نہیں رہتی۔

اسٹیج پھر عمل کے قبضے میں آ جاتا ہے۔

حال کے۔

اگلے قدم کے۔

طے شدہ راستے کو دیکھوں تو سمجھ آتی ہے کہ فیصلہ کن لمحے بڑی فتحوں کے نہیں تھے۔

وہ بڑی برداشتوں کے تھے۔

وہ دن جب میں تھکا ہوا تھا۔

وہ دن جب میں ڈرا ہوا تھا۔

وہ دن جب ہار مان لینے پر کوئی مجھے ملامت نہ کر سکتا تھا۔

اور پھر بھی، کسی نہ کسی طرح، میں چلتا رہا۔

ہمیشہ اچھی طرح نہیں۔

ہمیشہ سلیقے سے نہیں۔

ہمیشہ ہمت کے ساتھ نہیں۔

مگر میں چلتا رہا۔

آج مجھے بے عیب کہانیوں پر اعتبار نہیں۔

مجھے ان لوگوں پر اعتبار نہیں جو کہتے ہیں کہ انہیں کبھی شک نہیں ہوا۔

مجھے بغیر دراڑ کی سوانح عمریوں پر اعتبار نہیں۔

ایک سادہ وجہ سے۔

ایسی کوئی ہوتی ہی نہیں۔

ہر انسان اپنے اندر ان دیکھی جنگوں کا ایک دفتر لیے پھرتا ہے۔

کچھ جیتی ہوئی۔

کچھ ہاری ہوئی۔

کچھ اب تک کھلی۔

پختگی ان کو مٹانے میں نہیں۔

وہ ان کے ساتھ جینا سیکھنے میں ہے۔

وقت کے ساتھ میں نے ایک اور بات سمجھی۔

نشان طاقت کی ضد نہیں ہوتے۔

وہ اس کے ہونے کا ثبوت ہیں۔

کوئی بغیر نشانوں کے دور تک نہیں جاتا۔

کوئی وقت کو سچ مچ پار نہیں کرتا بغیر اس کے کہ راستے میں کچھ چھوڑ آئے۔

سوال یہ نہیں کہ ہم زخمی ہوں گے یا نہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس کے بعد ہم کیا کریں گے۔

کیا ہم خود کو بند کر لیں گے؟

کیا ہم تلخ ہو جائیں گے؟

کیا ہم دنیا کے منصف بن جائیں گے؟

یا ہم ہر بات کے باوجود انسانوں پر یقین رکھتے رہیں گے؟

میرے لیے یہی سب سے کڑی آزمائش تھی۔

جیتے رہنا نہیں۔

بھروسہ کرتے رہنا۔

امید رکھتے رہنا۔

بناتے رہنا۔

محبت کرتے رہنا۔

خود کو بچانا کھلا رہنے سے کہیں آسان ہے۔

بدگمان ہو جانا دستیاب رہنے سے کہیں آسان۔

پیچھے ہٹ جانا آگے بڑھتے رہنے سے کہیں آسان۔

اور پھر بھی، جو بہترین زندگی میں نے دیکھی ہے وہ ہمیشہ خوف کی مخالف سمت میں رہی ہے۔

شاید کھڑے رہنے کا اصل مطلب یہی ہے۔

ناقابلِ گزند ہونا نہیں۔

ناقابلِ شکست ہونا نہیں۔

بے عیب ہونا نہیں۔

بلکہ زخموں کو یہ طے نہ کرنے دینا کہ ہم کیا بنیں گے۔

پیچھے مڑ کر میں ایسا آدمی نہیں دیکھتا جو طوفانوں سے بچتا رہا۔

میں ایک ایسا آدمی دیکھتا ہوں جس نے انہیں پار کیا۔

کچھ اچھی طرح۔

کچھ بری طرح۔

کچھ اپنے ٹکڑے ان میں چھوڑتے ہوئے۔

مگر پار کیا۔

آخر میں، میں سمجھتا ہوں کہ ہر زندگی کا فیصلہ ایک ہی سوال سے ہوتا ہے۔

یہ نہیں کہ تم کتنا اوپر چڑھے۔

یہ نہیں کہ تمہارے پاس کتنا تھا۔

یہ نہیں کہ تمہاری کتنی واہ واہ ہوئی۔

بلکہ یہ کہ جب باقی سب چھن گیا تو کیا بچا۔

میں اپنا جواب جانتا ہوں۔

یہ بہادرانہ جواب نہیں۔

یہ غیر معمولی جواب نہیں۔

یہ ایک انسانی جواب ہے۔

نقصانات کے بعد۔

غلطیوں کے بعد۔

بیماریوں کے بعد۔

جدائیوں کے بعد۔

خوفوں کے بعد۔

وقت کے بعد۔

میں اب بھی یہاں ہوں۔

اب بھی کھڑا ہوں۔